عقلِ وجدانی کے ظہور میں حائل مشکلات

پروفیسر سید محمد سلیم صاحب

عقلِ وجدانی کو ظہور میں آنے کے لیے بہت سی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں سے بعض مشکلات تو فطری اور طبعی ہیں اور بعض مشکلات ماحول کی پیدا کردہ ہیں۔

مادیت کا غلبہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کے گرد زمین و آسمان، چاند ستارے، وسیع و عریض مادی دنیا ہر طرف سے انسان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کی وسعت و ہیبت، اس کی نیرنگی اور بوقلمونی، اس کی جاذبیت اور رعنائی انسان کے دل و دماغ پر تسلط جماتے ہوئے ہے۔ ہر وقت انسان کو مادی دنیا سے سابقہ پیش آتا رہتا ہے۔ اس لیے انسان کی زندگی میں مادی دنیا کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ بہت کم وہ غیر مادی امور کی جانب متوجہ ہو سکتا ہے۔ اس ہنگامۂ رستاخیز میں روح کی طلب اور عقلِ وجدانی کی آواز دبی دبی ہوئی رہتی ہے۔

۲۔ خود انسان کے وجود کے اندر روح کو جسم کے پنجرہ کے اندر پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ اور جسم ظاہر ہے۔ ظاہر کو پوشیدہ پر غلبہ حاصل رہتا ہے۔ جسم کے ساتھ مطالبات، خواہشات اور آرزوؤں کا لامتناہی سلسلہ وابستہ ہے۔ ہر دم جسم کا کوئی نہ کوئی مطالبہ سامنے آتا رہتا ہے۔ عقلِ جذباتی اور استدلالی ساری زندگی ان مطالبات کی چاکری کرتی رہتی ہے۔ جسم کے بعض تقاضے جو جبلّت کے نام سے موسوم ہیں، وہ اپنی تندی اور زور آوری میں سیلِ رواں سے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں۔ عقلِ کلی کے باندھے ہوئے تمام بندھنوں کو وہ ایک ریلے میں

خس و خاشاک کی طرح بہالے جاتے ہیں۔ یہ جسم بھی مادیت ہی کا شاخسانہ ہے۔ غرض کہ اندر اور باہر ہر چہار طرف سے مادیت نے انسان کو محصور کر رکھا ہے۔ عمر عزیز مادیت کے کھیل میں بیت جاتی ہے۔ جذبۂ دل کی آواز مدھم ہوتی ہے۔ خواہشات کی ہنگامہ گردی میں وہ دب کر رہ جاتی ہے۔

۳۔ جسم کی خواہشات پوری کرنے میں عقلِ حسی اور عقلِ استدلالی پیش پیش ہوتی ہے۔ اس لیے عقلِ استدلالی کو انسانی زندگی میں غیر معمولی غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ عقلِ استدلالی نے انسان کے اردگرد استدلالی اور منطقی جال پھیلا رکھا ہے۔ عقلِ استدلالی کے غلبہ کا اب یہ عالم ہے کہ کوئی تصور ہو، کوئی خیال ہو، جب بھی نہاں خانۂ دل سے عالمِ ظہور میں آتا ہے، خواہ وہ زبان کے ذریعہ آواز ہو، خواہ وہ قلم کے ذریعہ تحریر ہو، ظاہر ہوتے ہی وہ عقل تجزیاتی کی قلمرو میں داخل ہو گیا۔ قیاس و منطق کے تمام قواعد و ضوابط کی اس کو پابندی کرنا پڑے گی صرف و نحو کے اصولوں کی اس کو پیروی کرنا ہوگی۔ ورنہ اگر وہ خیال یا فکر منطق کے ضابطوں اور نحو کے قواعد سے بے نیاز ہے تو اس کو مجذوب کی بڑ یا پاگل دیوانہ کی بکواس قرار دے کر رد کر دیا جائے گا۔

عالم امر کی باتیں ہوں، عالمِ مثال کے بیانات ہوں یا حقائق بسیطہ کا تذکرہ ہو، بہرکیف صرفی نحوی چھلنی سے اُسے گزرنا ہوگا۔ منطق کے ضابطوں کی تابعداری کا قلاوہ گردن میں ڈالنا ہوگا۔ ہر خیال اور ہر فکر کی تشکیل، تعبیر اور تفسیر نحو اور منطق سے آزاد رہ کر نہیں کی جا سکتی، ورنہ پھر وہ عام انسانوں کے لیے قابلِ فہم نہیں رہے گی۔ مکاشفات اور الہامات کو بھی اس راہ سے گذرے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اِس تحویل اور انتقال میں ذوق اور مبلغ علم کی در اندازی کے لیے موقع باقی رہتا ہے۔ اس طرح غلطیاں داخل ہونے کا امکان رہتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں حق کے ساتھ باطل کی آمیزش کا امکان ہے۔ اِسی وجہ سے مختلف افراد کے مابین تعبیرات اور تفسیرات میں فرق واقع ہو جاتا ہے اور مزے دار بات یہ ہے کہ اس آمیزش کا فاعل کو بالکل پتہ نہیں چلتا۔ عقلِ وجدانی کی یہ طبعی دشواریاں ہیں۔

مبلغِ علم

بعض عوامل جو عقل پر اثر انداز ہوتے ہیں، ان میں بہت اہم مبلغِ علم ہے۔ اِس کی

اثر اندازی کو سمجھنے کے لیے کس قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔ ہر فرد جو اس دُنیا میں آیا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے بہترین خلقت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ مختلف عطیات اور اوصاف کے ساتھ وہ ایک انفرادیت اور ایک شخصیت کا حامل ہے۔ عقل وفہم، عزم و ارادہ اور جہد و عمل میں اس کی انفرادیت کا ایک خاص مقام ہے۔ یہ شخصیت اور انفرادیت کس طرح تشکیل پاتی ہے، اس کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ اس کی شخصیت بظاہر تین اجزا سے مرکب نظر آتی ہے۔ کچھ صلاحیتیں اور قابلیتیں ایک فرد کو استاد سے، مدرسہ سے اور معاشرہ سے حاصل ہوتی ہیں، بلکہ ان کے حصول کا سلسلہ ساری زندگی جاری رہتا ہے۔ ان کو اکتسابی خصائص کہتے ہیں۔ پھر انسان خود بھی کوئی بے جان منفعل مشین نہیں ہے بلکہ وہ صاحبِ علم، صاحبِ ارادہ اور صاحبِ عمل ہستی ہے۔ اثر اندازی اور اثر پذیری کا ایک سلسلہ اس کی اپنی ذات سے بھی شروع ہوتا ہے۔ طاقت ور شخصیت کی اثر اندازی کا دائرہ عمیق اور وسیع ہوتا ہے۔ اور کمزور شخصیت کی اثر اندازی نحیف اور محدود ہوتی ہے۔ اس تعامل، تصادم اور امتزاج سے بعض نئی صلاحیتیں اور قابلیتیں اس کے اندر پیدا ہوتی ہیں اور نشوونما پاتی ہیں۔ یہ اختراعی خصائص کہلاتی ہیں۔ ان تینوں خصائص کے مرکب آمیزہ سے ایک شخصیت اور ذہنیت تشکیل پاتی ہے۔ یہ معلوم کرنا بہت دشوار ہے کہ کسی شخصیت کے اندر کن خصائص کا غلبہ رہتا ہے۔ شخصیت اور ذہنیت کوئی جامد شے نہیں ہے۔ بلکہ ان میں ردوبدل اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بہرکیف کسی شخصیت کے مجموعۂ علم کو مبلغِ علم کہتے ہیں۔ پھر وہ شخص ساری زندگی اپنی مخصوص ذہنیت کے رنگ محل میں بیٹھ کر دُنیا کا نظارہ کرتا ہے۔ اس کی مخصوص ذہنیت کی چھاپ اس کے ہر قول و فعل پر لگی ہوتی ہوتی ہے۔ اس مخصوص ذہنیت کے تحت اس کی ساری کارکردگی اور سرگرمی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ تمام کام اپنے مبلغِ علم کے مطابق انجام دیتا ہے۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ" (بنی اسرائیل - ۸۴)۔ ہر شخص اپنے طریقے (ذہنیت) پر عمل کرتا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ" (طور - ۲۱) ہر انسان اپنی کمائی کے ہاتھوں گروی ہے۔ یعنی ہر انسان اپنی مخصوص ذہنیت پر کاربند

رہتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق ہی عمل کرتا رہتا ہے۔ افراد اور افراد کے درمیان، اقوام اور اقوام کے درمیان آج اختلافات پائے جاتے ہیں۔ وہ درحقیقت شخصیت اور ذہنیت کا اختلاف ہے جس میں مبلغ علم بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (النجم - ۳۰) ان لوگوں کا مبلغ علم بس یہی کچھ ہے شاکلہ یا مبلغ علم کس طرح ایک انسان کے دل و دماغ کو اور اس کی ذہنیت کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیتے ہیں، کس طرح اس کو ایک خاص سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ اس کو ذرا تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

یہاں اہلِ مغرب کی پیدا کی ہوئی ایک غلط فہمی عام ہے۔ لوگ ذہن انسانی کو ایک بے جان مشین، بلکہ ایک فوٹو پلیٹ کی طرح جانتے ہیں۔ جب بھی کوئی شے انسانی حواس کے مقابل آئے گی، ذہن اس کا ادراک کرے گا۔ اور ایک خاص ردّ عمل دکھائے گا۔ اس تصوّر میں نفسِ انسانی کا فاعلی کردار بالکل دب کر رہ گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نفس فاعل ہے۔ وہ جب چاہتا ہے تب ذہن کام کرتا ہے۔ بارہا آپ نے دیکھا ہوگا کہ آنکھیں کھلی ہوتی ہیں مگر نظر کچھ نہیں آتا۔ یہ اس لیے کہ نفس دیکھنا نہیں چاہتا ہے۔ وہ کسی اور کام کی طرف متوجہ ہے۔ نفسیات کا دبستانِ کرداریت (BEHAVIOURISM)، بدقسمتی سے جس کو مغربی مادی تہذیب میں مقبولیت حاصل ہے وہ حقیقت رس نہیں ہے، بلکہ دبستانِ گیسٹالٹ زیادہ حقیقت رس ہے جو کہتا ہے کہ جب ہمارا نفس حکم دیتا ہے تب ہم دیکھتے ہیں۔ اس سے نفس کی منفعلی نہیں، فاعلی حیثیت اُجاگر ہوتی ہے۔

پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ جو کچھ حواس نے دیکھا بس اُسی قدر ذہن پیش کر دیتا ہے جیسا کہ فوٹو پلیٹ کی تشبیہ سے ذہن میں متبادر ہوتا ہے۔ درحقیقت حواس کی فراہم کردہ معلومات کو تعبیر، توجیہ اور تعمیر کے مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ تب اُس کو نفس پیش کرتا ہے۔ معلومات کی نوک پلک درست کرنے کے بعد ہی نفس ان کو پیش کرتا ہے۔ اصل حواس کی فراہم کردہ معلومات میں نفس کا اضافہ ۲۰ فیصد سے لے کر ۷۰ فیصد تک ہوتا ہے طاقتور اور کثیر العلم شخصیت زیادہ اضافہ کرتی ہے۔ یہ حقیقت ہے، اس میں مبالغہ نہیں ہے۔

یہ اضافہ جو نفس کر دیتا ہے بس یہی اُس کو مخصوص رنگ میں رنگ دیتا ہے اور مخصوص سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔ یہیں سے انسانوں انسانوں کے فہم میں، نقطۂ نظر میں اور طرزِ عمل میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ فرد کا مبلغِ علم ایک خاص رُخ اور ایک خاص زاویہ نگاہ اختیار کر لیتا ہے جس سے پھر وہ تمام اشیاء کو دیکھتا ہے۔ اس بات کو اگر تحقیر کے انداز میں بیان کیا جائے تو کہتے ہیں: " اس کو تو بس ایک ہی خبط سوار ہے"۔ اور اگر تحسین کے انداز میں بیان کیا جائے تو کہتے ہیں کہ " اس کو تو اس بات کا عشق ہو گیا ہے"۔

اگر دل پہلے ہی سے بدگماں ہے یہی تردید ہے تردیدِ عقلی
زباں گر پہلے ہی رطب اللساں ہے یہی تحسین ہے تحسینِ علمی

ہزار انداز پیچاکِ خرد ہے
کوئی حل ہو محلِ صد گماں ہے

اس حقیقت کو ہم چند مثالوں کے ذریعے واضح کرتے ہیں۔ یہ زبان زدِ عوام مثال آپ نے سُنی ہو گی کہ ایک تیتر نے جنگل میں آواز لگائی۔ ایک شخص نے سن کر کہا کہ یہ " سبحان تیری قدرت " کہہ رہا ہے۔ دوسرے شخص نے کہا کہ نہیں یہ " نون تیل ادرک " کہہ رہا ہے۔ تعبیر کا یہ فرق مبلغِ علم کی غمازی کر رہا ہے۔ پانچوں پانڈوں کو تیر اندازی کی تعلیم دے کر اُستاد جنگل میں امتحان کی غرض سے لے کر گیا۔ سامنے ایک درخت تھا۔ اُستاد نے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟ چاروں شاگردوں نے کہا۔ درخت ہے، پتے ہیں پھل ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب ارجن سے دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ فلاں شاخ پر ایک پرندہ بیٹھا ہے۔ اُستاد نے چاروں کو تو ناکام قرار دیا اور صرف ارجن کو کامیاب قرار دیا۔ تیر اندازی کے لیے جو نظر چاہیے وہ ابھی اُن کے اندر پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ صرف ارجن کے اندر پیدا ہوئی تھی۔ یہ نظر ہے جو محسوس کو اور شہود کو خاص رنگ دے دیتی ہے۔

مولانا رومؒ نے ڈھولک کی آواز سُنی تو فرمایا۔

خشک چوب و خشک مغز و خشک پوست از کجا می آید ایں آواز دوست

یعنی خشک لکڑی اور خشک کھال میں دوست کی آواز کیسے آ رہی ہے اور پھر خود

ہی جواب دے دیا

آدمی دیداست باقی پوست است
دید آں باشد کہ دید دوست است

آدمی صرف نقطۂ نظر کا نام ہے، گوشت پوست کا نام نہیں ہے۔ نقطۂ نظر یہ ہے کہ آدمی خدا کو ہر جگہ جلوہ گر دیکھے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی ایک روز بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک سبزی فروش آواز لگا رہا تھا۔ "پالک، سویا، چوکا"۔ شیخ وجد میں آ گئے اور ایک خاص حالت طاری ہو گئی۔ سبزی فروش کا مطلب تو یہ تھا کہ پالک کا ساگ، سویے کا ساگ اور چوکے کا ساگ لو۔ مگر شیخ نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ جو شخص ایک پلک سویا وہ حق سے غافل ہو گیا۔

؎ یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ را ہم دُور شد

ایک ہی آواز کے دو مختلف اثرات دو اشخاص پر مبلغ علم کے فرق کے باعث پیدا ہوتے ہیں زاویۂ نگاہ کبھی اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ انسان معقول کو محسوس اور مشہود بنا لیتا ہے۔

قبلِ اسلام عربی زبان کا ایک شاعر کہتا ہے:

أَلَمَّتْ فَحَيَّتْ ثُمَّ قَامَتْ فَوَدَّعَتْ — فَلَمَّا ذَهَبَتْ كَادَتِ النَّفْسُ تَزْهَقُ
وَجُثْمَانِي بِمَكَّةَ مُوثَقُ

محبوبہ آئی، اس نے سلام کیا، پھر کھڑی ہو گئی، پھر وداع ہوئی۔ جب وہ جانے لگی تو گویا جان ہی نکل گئی اور حالانکہ میں مکہ میں ایک مکان میں مقید ہوں۔

اسی طرح کا خیال جگر مراد آبادی نے پیش کیا ہے۔

وہ آئے بھی اور گئے بھی کب کے، نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، وہ آ رہے ہیں، یہ جا رہے ہیں

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہاں پہنچ کر یہ سوال پیدا ہو گا کہ ہمارے سامنے تو کبھی ایسا معاملہ پیش نہیں آیا۔ یہ کیا بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں کی ذہنیت نے کوئی رنگ گہرا قبول نہیں کیا ہوتا ہے۔ ان کے یہاں ذہنی لگاؤ عشق کے درجے کا پیدا ہی نہیں ہوا ہے

اس لیے وہ اس کیفیت سے نا آشنا ہیں ۔ غنی کاشمیری اس کا جواب دیتا ہے ۔

زنقصِ تشنہ لبی داں بعقلِ خویش مناز

دلت فریب گر از جلوۂ سراب نخورد

اگر سراب سے تم نے دھوکا نہیں کھایا اور اس کو پانی نہیں جانا تو یہ اس وجہ سے ہے کہ تم کو شدید پیاس نہیں لگی تھی ۔ یہ اپنی عقل پہ فخر کرنے کا مقام نہیں ہے ۔ ورنہ اگر تمہیں بھی شدید پیاس لگی ہوئی ہوتی تو تم بھی ضرور دھوکہ کھا جاتے ۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورتِ استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ قارئین سے گزارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں ۔ ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں ، تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے ۔

(ادارہ)

ہماری نئی مطبوعات

۱- فقہ الزکاۃ ۔ یوسف القرضاوی حصہ اول دوم مجلد	روپے ۵۰/-
۲- فقہ الزکاۃ ۔ یوسف القرضاوی حصہ سوم	۳۰/- "
۳- سید بادشاہ کا قافلہ ۔ آبادشاہ پوری	۴۸/- "

البدر پبلی کیشنز ۔ اردو بازار ۔ لاہور